ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL (JALT)

Vol.9.No.1 2026

قرۃ العین حیدر کے تراجم میں جانوروں کے تحفظ کی آگاہی

ڈاکٹر محمد عارف

(ایسو سی ایٹ پروفیسر، صدر شعبہ اردو، عبادت انٹر نیشنل یونیورسٹی، اسلام آباد)

سعدیہ فاطمہ

(وزٹنگ لیکچرار، شعبہ اردو، یونیوسٹی آف میانوالی)

ABSTRACT

This study explores how themes of environmental consciousness and animal welfare are represented in children's literature translated from the Urdu tradition, with particular attention to their symbolic meaning, psychological depth, and educational value. It argues that shorter narrative forms—such as novellas and brief stories—especially in translation, provide an effective medium for presenting complex ethical concerns in ways that are accessible to young audiences. These concerns include social behavior, human accountability toward nature, and the importance of protecting wildlife. The translated works examined in this study offer subtle critiques of societal norms, hierarchical power dynamics, and ethical shortcomings, while also encouraging compassion toward non-human beings through the symbolic use of animals. Furthermore, the analysis situates these texts within a broader global dialogue on environmental preservation, highlighting how literary symbolism enables the expression of ideas that may otherwise face cultural or political limitations. In addition, the paper analyzes Qurratulain Hyder's Urdu rendition of The Old Genie Hottabych (titled Jin Hasan Abdul Rahman*) as a significant example of how translated children's literature can merge imagination with rational thought. The discussion demonstrates how the narrative encourages scientific thinking, intellectual honesty, and ethical conduct, while challenging outdated supernatural beliefs. The study further maintains that Hyder's translation attains the qualities of an original creative work due to its stylistic sophistication, cultural relevance, and narrative coherence. In conclusion, it emphasizes the important role of translated children's literature in promoting environmental awareness, developing critical thinking skills, and nurturing moral understanding, thereby reinforcing its lasting significance in Urdu literary and educational contexts.*

قرۃ العین حیدر کے تراجم میں جانوروں کے تحفظ کی پیشکش

اُردو ادب میں ناولٹ کو ایک ایسی اہم صنف کے طور پر دیکھا جاتا ہے جس کے ذریعے مصنف موضوع کے انتخاب، خیالات کی پیشکش، اور عمرو تجربے کے احساسات کو نہایت مہارت کے ساتھ بیان کر سکتا ہے۔ اس صنف میں کہانی کی روانی اور اس کا اثر قاری پر زیادہ گہرائی سے ظاہر ہوتا ہے، خاص طور پر جب اندازِ بیان موضوع سے پوری طرح ہم آہنگ ہو۔ کسی بھی کہانی کی اصل طاقت صرف اس کے موضوع میں نہیں بلکہ اس کے پیش کرنے کے انداز میں پوشیدہ ہوتی ہے۔ اگر لکھنے والا اپنے عہد کا شعور رکھتا ہو اور اس کا مطالعہ وسیع ہو تو وہ ایک پرانے خیال کو بھی نئی زندگی دے سکتا ہے۔ یہی تخلیقی صلاحیت اسے منفرد بناتی ہے۔ ناول نگار یا افسانہ نگار کی کامیابی اس بات میں ہے کہ وہ قاری کی دلچسپی کو ابتدا سے آخر تک قائم رکھے اور کہانی کا اختتام اس طرح کرے کہ اس کا اثر دیر تک دل و ذہن پر باقی رہے۔ بعض روسی ادیبوں کی تحریریں اس خوبی کی بہترین مثال ہیں، جن کی کہانیاں بظاہر اختتام پذیر ہو جاتی ہیں، مگر درحقیقت قاری کے ذہن میں ایک نئے سفر کا آغاز کر دیتی ہیں۔ وہ قاری کے اندر ایسے سوالات پیدا کرتی ہیں جن کے جوابات وہ طویل عرصے تک تلاش کرتا رہتا ہے۔

اس سلسلے میں سید وقار عظیم رقمطراز ہیں کہ:

”تمہید کا پہلا راز یہی ہونا چاہیے کہ لکھنے والا اس کے ذریعے پڑھنے والے کے ذہن اور جذبات پر اچھی طرح قبضہ کر

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL (JALT)
Vol.9.No.1 2026

سکے اگر شروع میں ایسا ہو گیا تو پڑھنے والا۔۔۔پڑھنے میں شوق کا اظہار کرے گا اور یہی اس کے حسن کا سب سے بڑا معیار اور اس کی محنت کی سب سے بڑی داد ہے۔"(1)

جنگلی حیات کسی بھی ملک یا خطے کی قدرتی دولت شمار ہوتی ہے، اس لیے ان کا تحفظ اور بقا بے حد اہم ہے۔ تاہم موجودہ دور میں یہ امر تشویشناک ہے کہ جنگلی حیات کو شدید خطرات لاحق ہیں، اور ان کی حفاظت و بقا انتظامی اداروں کے لیے ایک بڑا چیلنج بنتی جا رہی ہے۔

یہ مختصر ترجمہ شدہ کہانیاں اپنے اندر معنوی وسعت اور فکری گہرائی سموئے ہوئے ہیں، جو قاری کو غور و فکر کی طرف مائل کرتی ہیں۔ ان کہانیوں میں بظاہر جانوروں کے ساتھ ہمدردی اور شفقت کا پہلو نمایاں کیا گیا ہے، اور یہ دکھایا گیا ہے کہ کس طرح جنگلی جانور گھریلو ماحول میں رہتے ہوئے اپنے جذبات، احساسات اور ضروریات کو پورا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ساتھ ہی ان تحریروں میں ایک اہم منفی پہلو کو بھی اجاگر کیا گیا ہے کہ تمام تر توجہ اور دیکھ بھال کے باوجود، کسی معمولی سی غلطی یا لاپرواہی کے نتیجے میں نہ صرف جانوروں بلکہ انسانوں کی زندگی بھی خطرے میں پڑ سکتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جانوروں کی تیزی سے کم ہوتی ہوئی تعداد نے عالمی سطح پر تشویش پیدا کی، اور 1980ء کے بعد پہلی مرتبہ اس مسئلے کو سنجیدگی سے محسوس کیا گیا۔ نتیجتاً جنگلی حیات کے تحفظ کے لیے مختلف عالمی تنظیمیں سرگرم عمل ہو گئیں، جن میں سے چند نمایاں اداروں کا ذکر آگے کیا جا سکتا ہے۔

1۔ W.w.f(world wild fund for nature)

یہ بین الاقوامی تنظیم قومی اور بین الاقوامی سطح پر جنگلی حیات کے تحفظ کے لئے کام کر رہی ہے۔

2۔ Wespa (world association endangered species protection of asia)

یہ ادارہ بھی جانوروں کے تحفظ کے مقصد کے تحت قائم کیا گیا ہے اور خاص طور پر بلیک بیئر کو درپیش خطرات سے بچانے کے لیے مؤثر اقدامات کر رہا ہے۔ پاکستان میں بھی یہ تنظیم جہانگیر کے علاقے کے قریب واقع ایک پارک میں سرگرم عمل ہے، جہاں جانوروں کے تحفظ کے ساتھ ساتھ ان کی افزائشِ نسل کے لیے بھی مختلف منصوبوں پر کام کیا جا رہا ہے۔

3۔ (Ram sar convention)

رام سار کنونشن کے تحت اس بات پر زور دیا جاتا ہے کہ جانوروں کو انسانی مداخلت اور نقصان سے محفوظ رکھنے کے مؤثر طریقے اختیار کیے جائیں۔ اس کے ساتھ عوام میں شعور پیدا کیا جائے اور انہیں اس بات کا پابند بنایا جائے کہ وہ جنگلی حیات کے تحفظ میں اپنا کردار ادا کریں۔ مزید برآں، جانوروں کے لیے موزوں آبی مساکن (ویٹ لینڈز) کے انتخاب اور ان کی حفاظت کو بھی یقینی بنایا جائے تاکہ ان کی بقا برقرار رہ سکے۔

4۔ (IUCN)(International union for conservastion of nature)

یہ تنظیم عالمی سطح پر جانوروں کے تحفظ اور ماحول کی حفاظت کے لیے سرگرم عمل ہے۔ دنیا کے مختلف خطوں میں اس کی کاوشیں جنگلی حیات کے بچاؤ اور ماحولیاتی توازن کو برقرار رکھنے میں اہم کردار ادا کر رہی ہیں۔ پاکستان میں بھی اس کے متعدد ذیلی ادارے مختلف صوبوں میں کام کر رہے ہیں، جہاں وہ مقامی سطح پر تحفظِ ماحول اور جانوروں کی بقا کے لیے مختلف اقدامات کر رہے ہیں۔

5۔ Sities convention

یہ تنظیم نہ صرف جانوروں کے تحفظ کے لیے کام کرتی ہے بلکہ ان کی بین الاقوامی تجارت کو منظم اور کنٹرول کرنے میں بھی اہم کردار ادا کرتی ہے۔ یہ ادارہ جانوروں کی درآمد و برآمد سے متعلق اصول و ضوابط طے کرتا ہے تاکہ ان کا بے جا استحصال روکا جا سکے۔ اس کے علاوہ پاکستان میں بھی متعدد تنظیمیں اس میدان میں سرگرم ہیں۔ مثال کے طور پر "العباد العلی" جیسی تنظیمیں پالتو جانوروں کے تحفظ اور ان کی دیکھ بھال کے لیے کام کر رہی ہیں، اور اس حوالے سے شعور بیدار کرنے میں اپنا کردار ادا کر رہی ہیں۔

اس کے علاوہ درج ذیل تنظیمیں جانورں کے تحفظ کے لئے کام کر رہی ہیں۔

Adventure foundation of Pakistan

Pakistan agriculture research center

S.P.C.S

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

V.C.P.A

E.R.M.Pاور

جنگلی حیات کے تحفظ کو یقینی بنانے کے لیے اعلیٰ سطح پر مؤثر اور عملی اقدامات کیے جا رہے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ عالمی سطح پر ماحولیاتی تحفظ کے فروغ میں ایسے بامعنی متون اور ان کے تراجم نے اہم کردار ادا کیا ہے۔ علامتی اندازِ بیان کے ذریعے کئی ایسی باتوں کو پیش کرنا ممکن ہوا ہے جن پر ماضی میں کھل کر گفتگو کرنا آسان نہ تھا۔

ان مترجمہ تحریروں میں بظاہر ماحولیات کے تحفظ اور جانوروں کی نفسیات کو اجاگر کیا گیا ہے، مگر درحقیقت ان کے پس منظر میں انسانی سماجی نفسیات پر گہرا طنز بھی پوشیدہ ہے۔ مختلف جانوروں کے کرداروں کے ذریعے انسانی فطرت اور جبلتوں کی متنوع صورتوں کو نہایت مؤثر انداز میں پیش کیا گیا ہے۔

ڈاکٹر سلیم اختر کا کہنا ہے کہ:

> ”علامت اس نفسی قوت کی مظہر ہے جو تخلیقیِ اُبال کے روپ میں اساطیر، مذہب، فنون لطیفہ اور ادب میں رنگ آمیزی کا باعث بنتی ہے۔ یہ وہ رہنما ستارہ ہے جس کی جوت میں لاشعور کی اتھاہ گہرائیوں میں جھانکنا ممکن ہے۔ اس لیے علامت اظہار کا ایک انداز اور اسلوب کی ایک صفت نہیں بلکہ ان سے بڑھ کر ہی ایک ایسے آئینے کی صورت اختیار کر لیتی ہے جس میں عصر کے نفسی خدوخال کی تزئین بھی اسی سے ہے۔“(2)

ان کے نزدیک علامت دراصل لاشعور کے اظہار کا ایک مؤثر ذریعہ ہے، جو انسان کو اپنے باطن میں جھانکنے کا موقع فراہم کرتی ہے۔ یہ عمل نہ صرف فرد کے لیے بلکہ اجتماعی سطح پر بھی یکساں اہمیت رکھتا ہے۔ اسی حوالے سے وزیر آغا نے بھی اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے لکھا ہے:

> ”اپنی ذات کے قید خانے اور لفظ کی کال کوٹھری سے باہر آ کر ذات کے امکانات اور وجود کے فاصلوں کو طے کرنا ہی علامت کا سب سے بڑا کام ہے۔ اس اعتبار سے دیکھیں تو علامت کو الگ کر کے دکھانا گمراہ کن ہے۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہنا چاہیے کہ فلاں لفظ کا تصور یا خیال علامتی انداز میں سامنے آیا ہے بلکہ اس سے بھی بہتر ہے کہا جائے کہ شعر یا نظم علامتی ہے اور کسی مقررہ کاروباری مفہوم کی بجائے مخفی مفاہیم کی طرف پیش قدمی کی ایک کوشش ہے۔“(3)

اس طرح علامت محض عکاسی کا ذریعہ نہیں بلکہ ماہیت کے قلب میں جھانکنے کا عمل ہے۔ یہ کسی طے شدہ یا مقررہ صورتحال کو پیش نہیں کرتی، بلکہ ممکنہ امکانات کو ظاہر کرتی ہے تاکہ حقیقت کا بہتر ادراک حاصل کیا جا سکے۔ علامت ہر لمحے پھیلتی ہوئی شعاعوں کے مترادف ہے، جو حقیقت میں اتر کر اس کے پوشیدہ امکانات کو آشکار کرنے کی کوشش کرتی ہیں۔ اس کا مقصد محض دریافت شدہ حقیقت کو جمع کر کے پیش کرنا نہیں بلکہ اس کی گہرائی اور وسعت کو محسوس کروانا ہے۔

انتظار حسین کا خیال ہے:

> ”اصل میں علامتی طریقے بھی کئی قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک تو یہ کہ لکھنے والا یہ کوشش کرتا ہے کہ اجتماعی تاریخ ہے اس سے وہ کچھ کشید کرتا ہے۔ علامتیں اس میں اور اس کے نتیجے سے اس پر وارد ہوتی ہے اور اس کے ذریعے سے وہ اپنے کی حقیقت کا ادراک کرتا ہے۔ بعض لکھنے والے یہ کرتے ہیں کہ وہ اپنے طور پر علامتیں تخلیق کرتے ہیں۔ اس میں قاری سے رشتہ آسانی سے تخلیق ہوتا ہے۔“(4)

اگر غور کیا جائے تو علامت کے استعمال نے اُردو ادب، خاص طور پر ترجمہ شدہ ادب، میں فکری گہرائی پیدا کی ہے۔ مواد، اسلوب اور تکنیک کے ذریعے اُردو ادب کا دامن وسیع ہوا اور اس میں معنوی گہرائی بھی آئی۔ کردار نگاری اور پلاٹ کی بجائے ذہن میں جنم لینے والے خیالات، جذبات اور کیفیات کو ادب میں سمو کر پیش کرنے کے تجربات کیے گئے۔ علامتی ادب نے خارجی زندگی کے پہلوؤں کے ساتھ ساتھ باطنی یا داخلی زندگی کی اہمیت بھی اجاگر کی، جس سے شعورِ ذات کو نکھار ملا۔

اُردو کے علامتی افسانوں میں فطرت کے مظاہر کے ساتھ پرندوں اور جانوروں کو بھی علامت کے طور پر پیش کیا گیا ہے، جیسے کتا، بلی، گدھا، چڑیا، ابابیل وغیرہ۔ جانور بطور علامت مختلف معنوں میں استعمال ہوتے ہیں: کہیں جبر کی قوت کے نمائندے بنتے ہیں، کہیں انسانی نفس کے غماز ہوتے ہیں، تو کہیں پسے ہوئے طبقے کی نمائندگی کرتے ہیں۔ بعض اوقات یہ استعماری یا حکومتی قوتوں کی نشاندہی کے لیے بھی استعمال ہوتے ہیں، جیسے کتا، گھوڑا، اونٹ، سانڈ، بچھو اور بندر مختلف انسانی طبقوں اور طاقتوں کے نمائندے بن جاتے ہیں۔ اس طرح مترجمہ کہانیوں نے عصری حساسیت اور نسلی کرب کو بھی مؤثر انداز میں پیش کیا ہے۔

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

آج کے دور کو سائنسی دور کہا جاسکتا ہے۔ اس دور میں بچے حقیقت پسندی کی طرف مائل ہیں اور مافوق الفطرت یا طلسمی کرداروں کی بجائے نئی ایجادات، روبوٹ اور خلائی معلومات میں دلچسپی لیتے ہیں۔ پرانی تخیلی کہانیاں، جیسے پریاں، دیو، جن اور الہ دین کے چراغ وغیرہ، بچوں کی دلچسپی کا مرکز نہیں رہیں۔ وہ خود ہوائی جہاز میں بیٹھ کر آسمان کی سیر کرتے ہیں اور سائنسی ایجادات سے شگفتہ ہوتے ہیں۔

ناول جن حسن عبدالرحمٰن ایک دلچسپ سائنسی کہانی ہے، جس میں سیاروں کی فرضی سیر کرائی گئی ہے۔ یہ ناول نہ صرف مافوق الفطرت یا طلسمی عناصر پیش کرتا ہے، بلکہ سائنسی انداز میں حیرت و استعجاب پیدا کرنے کی کوشش بھی کرتا ہے۔ اس کے ذریعے بچوں کو جدید سائنس اور اس کی ترقیات سے روشناس کرایا گیا ہے۔

ناول کے کردار جن حطابچ اور وولکا جدید سائنسی دور کی نمائندگی کرتے ہیں۔ وولکا ایک ذہین اور ہونہار بچہ ہے جو غیر ضروری اور غیر فطری مراعات قبول نہیں کرتا۔ جن حطابچ وولکا کی تعلیم میں ہر ممکن مدد کرنا چاہتا ہے، حتیٰ کہ امتحان کے پرچے حاصل کرنے کی کوشش بھی کرتا ہے۔ لیکن جن حطابچ کی سائنسی معلومات، حساب، جغرافیہ اور دیگر مضامین جدید نصاب کے مقابلے میں محدود اور پرانی ہیں، جس کی وجہ سے وہ وولکا کے لیے مددگار کے بجائے مسئلہ بن جاتا ہے۔

سینما، سرکس اور پکنک کے دوران وولکا مختلف چیزیں دیکھ کر حیران رہتا ہے، اور جن حطابچ اپنی طلسمی قوتوں کا مظاہرہ کرتا ہے، لیکن وولکا کی حقیقت پسندی اور معصوم باتوں سے متاثر بھی ہو جاتا ہے۔ وولکا جن حطابچ کے کردار، ذہانت اور علم سے مسلسل متاثر رہتا ہے، اور حطابچ کو یہ سمجھنا پڑتا ہے کہ حقیقی علم اور سائنسی بصیرت طلسمی قوتوں سے زیادہ اثر انگیز اور کارآمد ہیں۔ آخر کار دونوں اسکول کی تعلیم مکمل کر کے ریڈیو انجینئر بن جاتے ہیں، جو سائنسی علم کی اہمیت کو عملی طور پر ثابت کرتا ہے۔

قرۃ العین حیدر نے ناول کے واقعات کو اس قدر مہارت اور فنی نزاکت کے ساتھ پیش کیا ہے کہ کہیں بھی یہ محسوس نہیں ہوتا کہ یہ ترجمہ ہے۔ بیان میں روانی اور قدرتی پن اس درجے کا ہے کہ قاری پوری طرح کہانی میں محو ہو جاتا ہے۔ مثال کے طور پر، جب وولکا دریا میں نہار ہا ہوتا ہے تو اچانک اس کا ہاتھ کسی سخت شے سے ٹکراتا ہے۔ اس منظر کو مترجمہ نے کچھ یوں بیان کیا ہے:

> "اس چیز کو اٹھا کر وہ ساحل کے قریب سطح پر نکلا اور اس نے دیکھا کہ عجیب، چکنا، کائی آلود، مٹی کے برتن اس کے ہاتھ میں ہے۔ پرانے زمانے کی یونانی صراحی سے ملتی جلتی اس کی شکل تھی، اس کے منہ پر ہرے رنگ کے مسالے کی ڈاٹ لگی تھی اور اس پر مہر کی سی چھاپ پڑی تھی۔ وولکا اس صراحی کو خوش اور گھبراہٹ میں گھر لے آتا اور چاقو سے صراحی کی مہر کھرچ ڈالتا ہے۔ یکایک کمرہ سیاہ دھوئیں سے بھر گیا۔ اتنا دھواں کہ دم گھٹنے لگا اور ایک بے آواز دھماکے کے شور سے وولکا چھت سے جالگا۔ فانوس کے کنڈے میں اس کی پتلون اٹک گئی اور وہ چھت سے الٹا لٹک گیا۔"(5)

اس طرح مترجمہ قلم نے فطری انداز، ابتدائی سے ہی حیرت، استعجاب اور طلسمی عناصر کے امتزاج کے ساتھ رنگین بیانیہ استعمال کرتے ہوئے ناول کو پہلے سے بھی زیادہ دلچسپ بنایا ہے۔

وولکا ایک دیانتدار، بااصول اور ذہین لڑکا ہے، جس نے سائنسی معلومات اور جدید تعلیم و تربیت کے ذریعے توہمات اور غیر منطقی عقائد سے خود کو دور رکھا ہے۔ وولکا جغرافیہ کے امتحان کے دوران جن حطابچ سے کہتا ہے:

> "میں تم کو سارے جوابات لکھواتا جاؤں گا۔ کوئی مجھے دیکھ نہ سکت گا اور تم اپنے خوب صورت شہر کے سب سے زیادہ مشہور طالب علم بن جاؤ گے۔ اگر تمہارے کسی استاد نے تم کو سب سے زیادہ نمبر نہ دیے تو اسے پانی کی مشکیں اٹھانے والے خچر مین تبدیل کر دوں گا۔ گلی کا کتا اور انتہائی بدصورت مینڈک بنادوں گا۔"(6)

وولکا ایک ایسا کردار ہے جس پر جنات کی طلسماتی اور عجیب و غریب باتوں کا کوئی خاص اثر نہیں ہوتا، کیونکہ وہ اپنی عقل و شعور پر مکمل بھروسا رکھتا ہے۔ ناول میں جگہ جگہ حیرت انگیز اور دلکش مناظر پیش کیے گئے ہیں۔ مثال کے طور پر، وولکا یہ دیکھ کر حیران رہ جاتا ہے کہ بڑے میاں لمحہ بھر میں نظروں سے اوجھل ہو جاتے ہیں۔ ادھر دربان گھبراہٹ کے عالم میں ایک کے بعد ایک پیالیاں رکھتا جاتا ہے، یہاں تک کہ چائے دانی خالی ہو جاتی ہے، اور پھر وہ سکون سے بیٹھ کر اخبار سے پنکھا جھلنے لگتا ہے۔

کہانی میں یہ پہلو بھی اجاگر کیا گیا ہے کہ انسانی عقل و دانش نے جنات اور دیو پریوں کی قوتوں کو بھی پیچھے چھوڑ دیا ہے۔ کردار نگاری کے لحاظ سے بھی ناول

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

نہایت مضبوط ہے۔ وولکا کو ایک ذہین، محنتی اور باعمل طالب علم کے طور پر پیش کیا گیا ہے جو حقیقت پسندی پر یقین رکھتا ہے اور مافوق الفطرت عناصر کو قبول نہیں کرتا۔ اس کی شخصیت میں شرافت، حب الوطنی، دیانت داری، انسان دوستی، روشن خیالی اور عزم و ہمت جیسی خوبیاں نمایاں ہیں، جو بچوں کی تربیت میں مثبت کردار ادا کر سکتی ہیں۔

بوڑھا جن، حطابچ، ہزاروں برس پرانا کردار ہے جسے اپنی عمر اور حیثیت کا پورا احساس ہے۔ وہ خود کو وولکا کا خدمت گزار سمجھتا ہے اور اپنی غیر معمولی طاقتوں پر نازاں بھی ہے۔ اس کی وفاداری، فرمانبرداری اور آقا کی خوشنودی کے لیے ہر حد تک جانے کا جذبہ نمایاں ہے۔ اس کے علاوہ زینیا، دادی اماں، گوگا استانی اور دیگر ضمنی کردار بھی کہانی میں اہمیت رکھتے ہیں اور بچوں کے ذہن پر گہرا اثر چھوڑتے ہیں۔

یہ ناول دراصل ایک انگریزی تصنیف کا اردو ترجمہ ہے، مگر اس کی زبان کی سلاست اور بیان کی دلکشی اسے ایک اصل تخلیق کا درجہ دیتی ہے۔ اسلوب کی جدت اور زبان کی نرمی نے اسے بچوں کے لیے نہایت پرکشش بنا دیا ہے۔ اس میں واضح پیغام بھی موجود ہے، جیسے وطن سے محبت، ذمہ داری کا احساس، بزرگوں کا احترام اور اطاعت کا جذبہ۔

دلچسپ بات یہ ہے کہ ناول کی اشاعت میں مترجم کا نام نمایاں طور پر درج نہیں کیا گیا، اور یہ بھی واضح نہیں کہ ترجمہ براہِ راست روسی زبان سے ہوا یا انگریزی کے ذریعے۔ تاہم مختلف اشاعتی شواہد اور رسائل میں شائع ہونے والے اشتہارات سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ اس ترجمے کا تعلق قرۃ العین حیدر سے ہے، جس کی تصدیق انہوں نے خود بھی ایک مراسلے میں کی ہے۔

> "جن حسن عبد الرحمٰن کے لئے مکتبہ جامعہ کے اس وقت کے سربراہ جناب غلام ربانی تاباں نے مجھ سے کہا تھا کہ اس پر بطور مترجم آپ کا نام پوچھنے کی کیا ضرورت ہے۔ میں بوجہ مروت واخلاق خاموش رہتی تھی۔ وہ کتابیں نہایت قلیل معاوضے پر میں نے اس لیے ترجمہ کر دی تھی کہ مجھے انگریزی سے اُردو اور اُردو سے انگریزی میں ترجمہ کرنا اچھا نہیں لگتا ہے۔ یوں تو مسودہ ناشر کے ہاتھ میں جانے کے بعد مصنف کی اپنی ہستی صفر رہ جاتی ہے۔ نیشنل بک ٹرسٹ (انڈیا) نئی دہلی ہی نے آوان پر دان کے تحت (آگ کا دریا) کی تلخیص کسی اور سے کروائی اور مجھے اس کی اطلاع تک نہ دی۔ حالانکہ اس وقت کے سربارہ سے جو خود بھی ادیب تھے اکثر ملاقات ہوتی رہتی تھی اور اتنے برسوں بعد اتفاقاً یہ معلوم ہونے کے بعد بھی میں نے ان سے باز پرس نہیں کی۔(7)

جہاں قرۃ العین حیدر اس ناول کے حوالے سے بات کرتی ہیں وہیں دوسری طرف ڈاکٹر خوشحال احمد زیدی اپنے مضمون میں اس حوالے سے رقمطراز ہیں:

> "ناول "جن حسن عبد الرحمٰن" پر مترجم کی حیثیت سے قرۃ العین حیدر کا نام بھی شائع ہونا چاہیے تھا۔ بلاشبہ وہ ایک معتبر اور مستند ناول نگار اور افسانہ نویس ہیں لیکن ترجمہ کا فن بھی ایسا کمتر نہیں کہ اس میدان میں قدم رکھتے ہوئے سبکی محسوس کریں بلکہ چند دوسری کتابوں پر ترجمہ نگار کی حیثیت سے قرۃ العین حیدر کا نام شائع ہوا۔ اس لئے بچوں کے اس لاثانی ناول پر اپنے نام کی اشاعت سے گریز کرنے کا ان کے پاس کوئی جواز نہیں۔"(8)

ایک عظیم فن کار کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ جہاں اس نے بڑوں کے لیے فلسفیانہ اور علمی موضوعات پیش کیے، وہاں بچوں کے لیے بھی نہایت دلکش، رواں اور سادہ زبان میں دلچسپ موضوعات کو پیش کیا۔ بلاشبہ، اُردو ادبِ اطفال میں قرۃ العین حیدر نے ایک منفرد اور اہم مقام حاصل کر لیا ہے۔ ناول کے ضمنی کردار، جیسے زینیا، دادی اماں، دارا استی نیا اور گوگا اُستانی، بچوں کی سیرت اور شخصیت پر گہرے اثرات مرتب کرتے ہیں اور سماجی شعور کی تشکیل میں مؤثر کردار ادا کرتے ہیں۔

قرۃ العین حیدر بطور مترجم اپنے تراجم میں کئی محاسن پیش کرتی ہیں، جن میں زبان کی تہذیبی اور ثقافتی پیش کش، تشبیہات و استعارات کا موزوں استعمال، علامات کی مناسب اور اعلیٰ ترتیب، متن کے زمینی حقائق سے مطابقت، محاورات و کہاوتوں سے شناسائی، اور ادبی ترجمہ کے لیے سلیس، رواں اور بامحاورہ اسلوب اختیار کرنا شامل ہیں۔

حوالہ جات

1۔ وقار عظیم، سید: "فنِ افسانہ نگار" ایجوکیشنل بک ہاؤس، علی گڑھ، 1997ء، ص 13

2۔ سلیم اختر، ڈاکٹر: ”علامت کا جنم“ مشمولہ: تخلیقی شخصیات، سنگ میل، لاہور، 1989ء، ص154

3۔ وزیر آغا، ڈاکٹر: ”تنقید اور مجلسی تنقید“ طبع دوم، نصرت انور، 1981ء، ص199

4۔ انتظار حسین: ”اودو افسانے کے مسائل مذاکرہ“ نقوش، افسانہ نمبر شماری، ادارہ فروغ اُردو، 1969ء، ص644

5۔ ایل لاگن: ”جن حسن عبد الرحمٰن“ مترجم: قرۃ العین حیدر، مکتبہ جامعہ، نئی دہلی، 1962ء، ص11

6۔ ایضاً، ص15

7۔ ایضاً، ص40

8۔ خوشحال احمد زیدی: ”آج کل بچوں کے ادب میں قرۃ العین حیدر کا مقام“ مکتبہ جامعہ، نئی دہلی، 1990ء، ص10